پاکستان میں شرعی قوانین کا نفاذ

جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمن

اسلام صرف ایسے مذہب کا نام نہیں، جس میں اس کے پیروکاروں کے لئے چند رسوم مقرر ہوں، بلکہ یہ انسانی کردار اور افعال کا مکمل مجموعہ ہے جس پر اسلامی عقیدہ حاوی ہے۔ اسلام کے پوری کائنات کے بارے میں اپنے جداگانہ نظریات ہیں۔ یہ کائنات میں انسان کا مقام و مرتبہ نیز اللہ اور بندے کے درمیان تعلق کا تعین کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اسلام انسانی سرگرمیوں کے لئے ایک واضح دائرہ عمل پیش کرتا ہے، جو انسانی زندگی کے انفرادی و اجتماعی سارے گوشوں پر محیط ہے، جس کی واحد بنیاد و اساس اللہ کی کتاب اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہیں۔ گویا اسلام کا اپنا نظریہ ہے جو اپنی اساس و وسعت کی بنا پر دنیا کے دیگر جملہ مذاہب اور نظام ہائے حیات سے ممتاز و منفرد ہے۔ یہ انسانی سرگرمی کے پورے میدان کو گھیرے ہوئے ہے، اور مرد و زن دونوں کو اپنے اپنے افعال کے لئے اللہ کے رو برو جواب دہ ٹھہراتا ہے۔

اسلامی نظریہ کو اختصار کے ساتھ بیان کریں تو وہ حسب ذیل امور کا مرکب ہے۔

ا۔ پوری کائنات پر اللہ تعالیٰ کا اقتدار اعلیٰ اور حاکمیت مطلق۔

ب۔ اللہ کی حاکمیت کے سامنے انسان کی مکمل اطاعت اور عبودیت۔

ج۔ عقائد و اعمال کا ایک مکمل مجموعہ جس پر اللہ کی حاکمیت کے تحت عمل کیا جاتا ہے۔

د۔ اخروی زندگی اور یوم قیامت پر یقین جس دن اللہ کے فرمانبردار بندوں کو اجر و ثواب ملے گا اور انہیں سزا ملے گی جو اس کی حاکمیت کے منکر یا اس کی مقرر کردہ حدود کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ اس طرح تمام انسان اپنے جملہ افعال، اعمال اور سرگرمیوں کے لئے خدا کے سامنے جوابدہ قرار پاتے ہیں۔

اسلام اپنے آپ کو بڑے بڑے اصولوں کی تبلیغ تک محدود نہیں رکھتا، بلکہ ایسے نظام اور نظم و ضبط کی تشکیل ضروری سمجھتا ہے جس میں ان اصولوں کو انفرادی و اجتماعی زندگی کے جملہ معاشرتی اقتصادی اور سیاسی گوشوں میں سمویا جا سکے۔ اسلامی نظریہ قانونی مساوات اور انسانیت کے لئے معاشرتی انصاف کا داعی ہے۔ یہ ہر قسم کے معاشی استحصال کا خاتمہ اور معاشرتی انصاف کی بحالی کا علمبردار ہے۔

ایک اسلامی ریاست کے طور پر پاکستان کا قیام اس غرض سے عمل میں آیا تھا کہ اسلامی نظریہ کو عملی شکل دی جا سکے۔ پاکستان کے ہر سہ دساتیر میں جو بالترتیب ۱۹۵۶ء، ۱۹۶۲ء اور ۱۹۷۳ء میں نافذ کئے گئے ہیں۔ یہ ضمانت دی گئی کہ ملک میں اسلامی قانون نافذ کیا جائے گا اور اس قسم کے اقدامات کئے جائیں گے، جو لوگوں کی زندگیوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھالنے میں معاون ثابت ہوں۔ افسوس ہے کہ یہ مقدس اعلانات اور آئینی یقین دھانیاں کبھی پوری نہ کی گئیں۔ اس کے برعکس ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات کے بعد جب مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے بعد پاکستان پیپلز پارٹی اقتدار حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی، تو اس نے اپنے دستور کی روشنی میں سوشلزم کو اپنا منتہائے مقصود قرار دیا۔

جب ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو پاکستانی افواج نے اس وقت کے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کو برطرف کر دیا اور عنان اقتدار جنرل محمد ضیاء الحق چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے اپنے ہاتھ میں لی، تو انہوں نے ملک میں نفاذ شریعت کے کام کو سب سے زیادہ اہمیت دی۔

چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر موجودہ صدر پاکستان نے اس سمت میں جو اقدامات کئے ہیں یا کئے جانے والے ہیں، ان میں سے مندرجہ ذیل قابل ذکر ہیں۔

شرعی عدالتوں کا قیام

صدر مملکت نے اپنے اس اعلان پر عمل درآمد کے لئے کہ ملک کے ایسے تمام قوانین کو جو قرآن و سنت کے خلاف ہیں اعلیٰ عدالتوں کے ذریعے منسوخ کر دیا جائے گا، ۲ دسمبر ۱۹۷۸ء کو اعلیٰ عدالتوں کے شرعی بنچوں کا حکم نافذ کیا جو ۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۰ فروری ۱۹۷۹ء سے مؤثر ہوا۔ لاہور، پشاور، کراچی اور کوئٹہ کے مقامات پر ایک ایک شرعی بنچ اور

سپریم کورٹ (راولپنڈی) میں اپیلیں سننے والا شرعی بنچ قائم کیا گیا۔ ان بنچوں کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ موجودہ اور آئندہ قوانین کو بھی مستثنیات کے ساتھ، جو اسلامی احکام کے خلاف ہیں، کالعدم قرار دے سکیں۔ اس صدارتی فرمان کا مقصد شرعی بنچوں کو قطعی اور جامع اختیارات سماعت دینا تھا صرف اس حد تک کہ وہ موجودہ اور آئندہ قوانین کو بعض مستثنیات کے ساتھ اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کی صورت میں یہ فیصلہ بھی دے سکیں کہ وہ قانون کس حد تک شریعت کے منافی ہے۔ اور اسے کس طرح بہترین طریقے سے دوبارہ مدون کیا جا سکتا ہے۔ تاکہ وہ قرآن و سنت کے متعلقہ اصولوں کے ساتھ جامع بھی ہو اور قابلِ عمل بھی، جسے نافذ کرنے کی حکومت پابند ہوگی۔ بعد ازاں ۲۷ مئی ۱۹۸۰ء کو چاروں شریعت بنچوں کی جگہ وفاقی شرعی عدالت (بمقام اسلام آباد) قائم کی گئی۔ حال ہی میں مذکورہ عدالت کی تشکیل نو اس طرح کی گئی ہے اور یہ پانچ ججوں اور تین فقہ کے ماہر علماء پر مشتمل ہے۔

قوانین حدود

صدر پاکستان نے ۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ بمطابق ۱۰ فروری ۱۹۷۹ء کو پانچ قوانین حدود بھی نافذ کئے۔ جن کے ذریعے پاکستان کے ایسے تعزیری قوانین میں ترمیم کی گئی ہے جن کا تعلق لوگوں کی منقولہ جائداد معاشرے کے اخلاقی و معاشرتی نظام سے ہے تاکہ انہیں قرآن و سنت کے مطابق بنایا جا سکے۔ مذکورہ قوانین کے ذریعے چوری، ڈاکہ زنی، سرقہ، زناکاری، قذف، شراب خوری وغیرہ جرائم سے متعلق مروجہ قوانین کو اسلامی قوانین سے بدل دیا گیا ہے۔ یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کے نازل کردہ امتناعی احکام اور قرآن حکیم کی بتائی ہوئی مقررہ سزائیں جو سنت نبوی سے ثابت ہیں اور جن پر صحابہ کرام کا اجماع ہے نافذ ہو گئیں۔

۱۔ پس سرقہ کی صورت میں قید کی سزا یا جرمانہ یا دونوں سزائیں جو موجودہ مجموعہ تعزیرات پاکستان میں اس جرم کے لئے مقرر ہیں۔ ان کی جگہ چور کا دایاں ہاتھ کلائی کے جوڑ سے کسی سرجن کے ہاتھوں تاکہ کم سے کم تکلیف ہو، اور زیادہ سے زیادہ احتیاط برتی جائے، کاٹنے کی سزا رکھی گئی ہے بشرطیکہ مسروق منہ کی طرف سے نالش دائر کرنے پر اور جرم سے متعلق مطلوبہ شرائط

عدالت کے روبرو اقبال جرم یا کم از کم دو صادق القول گواہوں کی شہادت سے ثابت شدہ مکمل چھان بین اور جرح کے بعد نیز سماعت کرنے والی عدالت کے مکمل اطمینان کی حد تک پوری ہو جائیں۔ تاہم جب مال مسروقہ مستثنیات میں سے ہو، مثلاً جنگلی گھاس، مچھلی، پرندہ، کتا، سور، نشہ آور اشیاء، آلات موسیقی، بگڑ جانے والی اشیائے خورد و نوش (ماسوائے جبکہ انہیں دیر تک محفوظ رکھنے کا انتظام ہو) یا مال مسروقہ میں چور کا حصہ ہو۔ بشرطیکہ مال مسروقہ کی مالیت اس کا حصہ منہا کرنے کے بعد نصاب سے کم ہو جاتے، تو وہ سرقہ مستوجب حد نہ ہو گا۔ یا جہاں سرقہ کی مطلوبہ شرائط متعلق بہ مال مسروقہ کا نصاب یا گواہوں کی تعداد پوری نہ ہو، یا چور مسروق منہ کے دعویٰ دائر کرنے سے پہلے اس کا مال واپس کر دے تو عدالت حد کی سزا نہیں دے گی۔ بعض دوسری صورتوں میں قطع ید کی سزا نہیں دی جائے گی۔ مثلاً جبکہ چور مالک کے اسلاف یا اخلاف میں سے ہو۔ یا مالک کی بیوی یا شوہر ہو یا جب مہمان میزبان کے گھر میں چوری کرلے یا جبکہ مالک نے ملازم کے گھر میں جہاں اسے آنے جانے کی اجازت ہو، چوری کا ارتکاب کیا ہو، یا جب قرض خواہ مقروض کا مال چرائے بشرطیکہ مال کی قیمت قرضخواہ کی رقم منہا کرنے کے بعد نصاب سے کم ہو۔ جبکہ مجرم کلیتہ بائیں انگوٹھے سے محروم ہو یا بائیں ہاتھ یا دائیں پاؤں کی کم از کم دو انگلیاں غائب ہوں۔ یا ان میں سے کوئی سرے سے ناقابل استعمال ہو۔

ب۔ سرقہ بالجبر کی صورت میں جبکہ ایک شخص یا زیادہ اشخاص کا گروپ ہتھیاروں سے لیس ہو کر یا کسی دوسرے طریقے سے طاقت کا مظاہرہ کرے تاکہ مالک کی رضا مندی کے بغیر کھلے عام ایسا مال جو کسی کے قبضے میں ہو اور جس کی چوری (سرقہ) موجب حد ہو، اس پر حملہ کرے یا لے جا یا بندی کا سبب بنے، یا اسے قتل یا ضرب کی دھمکی دے وہ حد کی سزا کا مستوجب ہو گا۔ یعنی اگر مجرم نصاب کی حد تک مال اٹھا لے جائے، تو اس کا دایاں ہاتھ کلائی سے اور بایاں پاؤں ٹخنے سے کسی سرجن کے ہاتھوں کٹوایا جائے گا۔

اگر وہ سرقہ بالجبر کے دوران قتل کا ارتکاب کرے تو اسے موت کی سزا دی جائیگی اور ایسی سزا معاف نہیں کی جائے گی۔ خواہ مقتول کے ورثاء قاتل کو معاف کردیں۔

ج۔ مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۴۹۷، جس کا تعلق جرم زنا کاری کے مجرم کے لئے فراہم

کئے گئے ملحق تحفظات سے ہے یہاں تک کہ اگر زناکا ارتکاب خاوند کی رضامندی یا چشم پوشی کی صورت میں کیا جائے تو قانون کی نظر میں مجرم مطلقاً قابل مواخذہ نہیں۔ اس قانون کے تحت بیوی کو بھی اعانت جرم کے لئے قصوروار نہیں ٹھہرایا جاتا تھا۔ اسلامی قانون میں ایسے مستثنیات کی قطعاً گنجائش نہیں۔ زنا کے بارے میں اسلام کا رویہ انتہائی شدید ہے، خواہ اس کے مرتکب شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ، کیونکہ وہ معاشرتی پاکیزگی کو خراب کرتے ہیں اور انسانی معاشرے کے اس اخلاقی نظام کو درہم برہم کرتے ہیں جسے اسلام انسان کے تقدس و وقار کی غرض سے قائم رکھنا چاہتا ہے۔

"چنانچہ قرآن و سنت کی اصطلاح کے مطابق زناکاری سے متعلق دفعات کو اس طرح بدل دیا گیا کہ زناکاری کا مرتکب مرد و عورت ہر ایک کو سو کوڑے لگائے جائیں جبکہ وہ غیر شادی شدہ ہوں۔ اور اگر وہ شادی شدہ ہوں تو انہیں سنگسار کیا جائے گا۔ بہر حال نئے قانون میں جبر اور دباؤ کو سزا سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے جبکہ زانی اور زانیہ دونوں غیر شادی شدہ ہوں یا ان میں سے کوئی ایک غیر شادی شدہ ہو۔"

۵۔ شراب نوشی مجموعہ تعزیرات پاکستان کی رو سے کوئی جرم نہ تھی۔ تاہم ۱۹۷۷ء میں مسلمانوں کے لئے شراب نوشی اور شراب فروشی ممنوع قرار دی گئی اور خلاف ورزی کرنے والے کے لئے چھ ماہ یا پانچ ہزار روپے جرمانہ یا دونوں سزائیں رکھی گئیں۔ ان قانونی دفعات میں ترمیم کر کے حد کی سزا یعنی اسی (۸۰) کوڑے مقرر کی گئی جس پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ثابت ہے۔

تاہم یہ وضاحت ضروری ہے کہ کوئی سزائے حد نافذ نہیں کی جائے گی، جب تک کہ وفاقی شرعی عدالت سے اس کی توثیق نہ کرائی جائے۔

مسلم فقہاء نے بیان کیا ہے کہ ایسے جرائم جن کے ارتکاب سے معاشرے پر دور رس اثرات مرتب ہوتے ہیں، ان جرائم میں بندے کا حق اللہ کے حق، اور معاشرے یا ریاست کے حق کے تابع ہو جاتا ہے۔ پھر یہ دیکھا جاتا ہے کہ انسانی معاشرے کی فلاح و تحفظ کے لئے اللہ کی مقرر کردہ حدود کو کس حد تک پامال کیا گیا ہے اور انسانی تقدس کو کس حد تک مجروح کیا گیا ہے۔ اسلام میں حد

کی سزا ان اقدار کو محفوظ رکھنے کے لئے رکھی گئی ہے، جن کی بقا انسانی معاشرہ کے وقار کے لئے ناگزیر ہے۔ اسلام کی مقرر کردہ جسمانی سزائیں سنگین جرائم کی روک تھام کے لئے تاریخ کے ہر دور میں انتہائی مؤثر ثابت ہوتی ہیں۔

آخری بات جو کسی لحاظ سے کم اہم نہیں یہ ہے کہ اسلامی سزاؤں کا مقصد انسان کی روحانی پاکیزگی اور اخروی زندگی کے لئے زاد راہ فراہم کرنا ہے یہ بات دنیا کے کسی قانونی نظام میں نہیں پائی جاتی اسلامی قوانین فوجداری کے نفاذ کا یہ ایسا فائدہ ہے جس سے انسانیت کو اس دنیا میں حصول خیر کا موقع حاصل ہوتا ہے۔

نظام زکوٰۃ و عشر کا نفاذ

معیشت کے میدان میں بھی کوششوں کا سلسلہ جاری ہے تاکہ اسلامی نظام معیشت کا ڈھانچہ تیار کیا جا سکے۔

صدر مملکت نے موجودہ معاشی نظام اور محاصل کے ڈھانچہ کو تبدیل کرنے کے سلسلے میں پہلے قدم کے طور پر زکوٰۃ و عشر کے نفاذ کا حکم جاری کیا، جو ۱۹۷۳ء کے دستور کا آرٹیکل ۳۱ میں شامل ہے، جس کی رو سے موجودہ قانون دولت ٹیکس، آمدنی ٹیکس اور قانون مالیہ اراضی کی بعض دفعات مندرجات میں ترامیم کی گئی ہیں اور یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ متعلقہ اداروں کے ذریعے ادا کی گئی زکوٰۃ کی رقم تشخیص کنندگان کی آمدنی میں جائز مصرف کے طور پر وضع کی جائے گی۔ یہی صورت زکوٰۃ کی اغراض کے لئے ظاہر کی گئی دولت کی ہے۔ یعنی وہ دولت ٹیکس سے مستثنیٰ ہو گی۔ اس حکم کے بموجب زکوٰۃ و عشر کے نفاذ کے لئے ایک حقیقت پسندانہ انداز فکر نیز زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم کے لئے ایک قابلِ عمل اسکیم فراہم کی گئی ہے۔

۲۰ جون ۱۹۸۰ء کو زکوٰۃ و عشر آرڈیننس کا نفاذ عمل میں آیا جس کے مطابق حکومت کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ بینکوں کے بچت کھاتوں، وقتی امانتی کھاتوں، منجمد کھاتوں میں رکھی گئی امانتوں قومی سرمایہ کاری ادارہ پاکستان سرمایہ کاری کی کارپوریشن اور دیگر ایسی کمپنیوں میں لگائے گئے حصص پر جن کے حصہ داروں کی اکثریت مسلمان ہو، اور پراویڈنٹ فنڈ بیمہ کی پالیسیوں اور

سالیانوں وغیرہ سے نفع پر بھی زکوٰۃ وضع کرسکتی ہے۔ اس طرح گزشتہ دفعہ کی گئی ۸۴ کروڑ روپے کی رقم ۳۲۰۰۰ مقامی کمیٹیوں کے ذریعے معاشرے کے غریب و نادار لوگوں پر صرف کی گئی تاہم بعض لوگوں نے حکومت کی طرف سے زکوٰۃ وصول کرنے کے طریقۂ کار پر اعتراض کیا، چنانچہ آرڈیننس کو پاکستانی معاشرہ کے تمام طبقات کے لئے قابلِ قبول بنانے کے لیے مناسب ترامیم کی گئیں۔

سود کا استیصال

اسلامی نظریاتی کونسل نے ماہرین معاشیات و بنکاری کے ایک پینل کے مشورے سے ملکی معیشت سے سود کے خاتمہ کے لئے ایک تفصیلی رپورٹ تیار کی۔ حکومت نے کونسل کی سفارشات پر عمل درآمد کے سلسلے میں سنجیدگی سے اقدامات شروع کئے۔ چنانچہ مکانات کی تعمیر کے لئے دیئے جانے والے قرضوں کو یکم جولائی ۱۹۷۹ء سے بلاسود کر دیا گیا ہے۔ بہت سے مالیاتی اداروں مثلاً قومی ادارہ تامین (این۔ آئی۔ ٹی)، اور پاکستان سرمایہ کاری کارپوریشن نے بھی سودی کاروبار ترک کرکے نفع و نقصان میں شرکت کی بنیاد پر کام شروع کر دیا ہے۔ کونسل نے ملکی معیشت سے سود کے خاتمہ کے لئے تین مرحلوں پر مشتمل پروگرام کی سفارش کی۔

جہاں تک اس اقتصادی امداد کا تعلق ہے، جو پاکستان دوسرے ممالک اور مالیاتی اداروں سے قرض لیتا ہے اس کے متعلق کونسل نے سفارش کی کہ وقتی طور پر یہ کاروبار جاری رکھا جائے۔ تاہم اسلامی ممالک کے مابین تعاون کو وسیع کرنے کی کوششیں جاری رہنی چاہئیں تاکہ سرمایہ کی گردش نفع و نقصان میں شراکت اور دیگر غیر سودی بنیادوں پر جاری رہے۔ کونسل کو یقین ہے کہ اسلامی ممالک کے مابین بڑھتے ہوئے تعاون کے پیش نظر کچھ بعید نہیں کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ قرض دینے والے دیگر ممالک اور بین الاقوامی مالیاتی ادارے شرع کے مطابق اصولوں کی بنیاد پر پاکستان کے ساتھ لین دین کرنے لگیں کونسل نے اپنی رپورٹ میں اس بات پر زور دیا کہ غیر ملکی امداد پر عموماً اور سود سے وابستہ غیر ملکی قرضوں پر سے خصوصاً انحصار کو کم کیا جائے۔

حکومت نے اپنی صواب دید سے یکم جنوری ۱۹۸۱ء سے پاکستان کے قومی بنکوں کی تمام شاخوں میں جن کی تعداد سات ہزار ہے سود سے پاک بنیادوں پر لین دین کے لئے علیحدہ کاؤنٹر کھول

دیئے ہیں، جن کا نہ صرف عوامی بلکہ کاروباری حلقوں میں بھی خاصا خیر مقدم کیا گیا ہے۔

اسلام کا اقتصادی نظام اپنی خصوصیات اور طریق کار کے لحاظ سے ایک بالکل منفرد حیثیت کا حامل ہے۔ اس کا مقصد ہر قسم کی بے اعتدالی اور افراط و تفریط سے بچ کر تعمیری بنیادوں پہ عدل و انصاف قائم کرنا ہے۔ یہ معاشرے سے استحصال اور انتفاع ناجائز کی ہر صورت کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ اسلامی اصول و تعلیمات کی رو سے افراد کو ذاتی جائیداد اپنی نجی ملکیت میں رکھنے کا حق حاصل ہے لیکن وہ اپنے ماننے والوں سے یہ بھی مطالبہ کرتا ہے کہ ان کے قبضے میں اللہ کی دی ہوئی جو دولت ہے اسے رازق حقیقی کی امانت سمجھیں جس کے استعمال پر کچھ پابندیاں بھی عائد ہیں۔ اس طرح اسلام افراد کی آزادی عمل کے مغربی تصور اور اشتراکیت کے خود ساختہ نظریہ مساوات کے درمیان ایک نہایت لطیف توازن قائم کرتا ہے۔ اسلام نفع و نقصان میں شرکت کے اقتصادی اصول اور فراہمی و تقسیم زکوٰۃ کے نظام کی بنیاد پر ایک ایسا معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے، جو عوام کی فلاح و بہبود کا ضامن ہو۔

پاکستان کے صدر جنرل محمد ضیاء الحق ہم سب کی جانب سے شکریے کے مستحق ہیں جنہوں نے نظامِ زکواۃ اور سود سے پاک بنکاری کے سلسلے میں اوّلین اقدامات کئے، تاکہ پاکستان میں اسلامی اصولوں کی بنیاد پہ ایک ایسا اقتصادی نظام رائج کیا جا سکے جو عوام کی اقتصادی فلاح معاشرتی سکون اور اخلاقی ترقی کا مقصد پورا کرتا ہو۔ اس وقت ساری دنیائے اسلام کی نظریں پاکستان پہ لگی ہوئی ہیں۔ وہ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ پاکستان میں قیام نظام اسلامی کے لئے جو کوششیں کی جا رہی ہیں ان کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ اگر پاکستان میں ہماری کوششیں کامیاب ہوئیں تو اس پورے عالم اسلام میں اسلامی نظام کے قیام کی راہ ہموار ہو جائے گی، لیکن یہ حقیقت ہم سب مسلمانوں کو اپنے ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ اسلام دشمن طاقتیں خواہ وہ ہماری اپنی صفوں میں موجود ہوں یا باہر کی دنیا میں رہ کر کام کر رہی ہوں خصوصاً مغرب کے سرمایہ دار عناصر نہ تو مسلمانوں کی اس عام بیداری کو پسند کرتے ہیں، اور نہ ہی یہ چاہتے ہیں کہ مسلم ممالک میں زکوٰۃ عشر اور سود سے پاک بنکاری کا نظام کامیابی سے ہمکنار ہو۔ کیونکہ اس صورت میں ان کا سود خوری پر مبنی اقتصادی نظام دم توڑ دے گا جس کے ذریعے انہوں نے پوری دنیا کو اپنی اقتصادی غلامی کے شکنجے میں جکڑ رکھا ہے

ساتھ ہی یہ بھی حقیقت ہے کہ امتِ مسلمہ ابھی تک اس اقتصادی اور معاشرتی انقلاب کی اہمیت اور وسعت و عظمت کا صحیح معنوں میں ادراک نہیں کر سکی، جو اسلام کے پیش کردہ عدلِ اجتماعی کے اصولوں کی بنیاد پر قائم شدہ سود سے پاک اقتصادی نظام کے رواج کی صورت میں نافذ کرنے میں کامیاب ہو گئے تو اشتراکیت اور سرمایہ دارانہ نظام کی برائیوں سے پاک معیشت قائم کر کے معاشرے سے استحصال اور ظلم و جور کا خاتمہ کر سکیں۔ اور ملک میں زکوٰۃ و عشر، صدقات اور غیر سودی قرضِ حسنہ کے لین دین کا نظام رائج کر کے غربت و افلاس کی جڑیں کاٹ دیں گے۔

اِسلامیہ یُونیورسٹی کا قیام

صدرِ مملکت نے ۸۔ اکتوبر ۱۹۷۹ء کو قائدِ اعظم یونیورسٹی اسلام آباد میں شریعہ فیکلٹی کا افتتاح فرمایا۔ جہاں طلبہ کو ایل۔ ایل۔ ایم کی سطح پر اسلامی شریعت کی تعلیم دینے کے لئے انتظامات کئے گئے۔ اس ادارے میں ایل۔ ایل۔ ایم (ماسٹر آف لاز شریعۃ) کی ڈگری کے لئے طلبہ کی ایک منتخب و محدود جماعت کو داخلہ دیا گیا ہے۔ اس سے اسلامی تعلیمات خصوصاً فقہ کی تعلیم کو از سرِ نو مرتب کرنے کی راہیں ہموار ہوں گی اور ہماری شرعی عدالتوں کو اہل اور دیانتدار رجالِ کار زیادہ سے زیادہ تعداد میں مہیا ہو سکیں گے۔ یہ فیکلٹی اب اسلامیہ یونیورسٹی میں منتقل ہو کر اس کا ایک حصہ بن چکی ہے۔ جس کا قیام نومبر ۱۹۸۱ء میں عمل میں آیا۔ یہاں اس امر کا ذکر کرنا بے محل نہ ہوگا کہ مملکت عربیہ سعودیہ کی شاہ عبدالعزیز یونیورسٹی نے پہلے شریعۃ فیکلٹی اور اب اسلامیہ یونیورسٹی کے قیام میں پوری پوری تائید و اعانت کی ہے۔

لاء کمیشن

صدرِ مملکت کے حکم سے ملک میں چیف جسٹس آف پاکستان کی زیرِ صدارت ایک مستقل لاء کمیشن قائم کیا گیا ہے جس کا مقصد ملک کے تمام موجودہ قوانین کا جائزہ لے کر حکومت کو ایسی سفارشات پیش کرنا ہے جن کے ذریعے رائج الوقت قوانین کو اسلام کے عدلِ اجتماعی سے ہم آہنگ بنایا جا سکے۔ نیز اس ادارے کا مقصد حکومت کو ایسے ذرائع و وسائل کے بارے میں تجاویز پیش کرنا ہے جس سے کام لیکر حصولِ انصاف کے طریقے کو آسان بنایا جا سکے۔ تاکہ ملک کے تمام باشندوں کو سچا انصاف کسی مشکل

کے بغیر کم سے کم وقت میں میسر آسکے۔

چنانچہ کمیشن نے مسئلے کے تمام پہلوؤں پر اچھی طرح غور و فکر کرنے کے بعد فیصلہ کیا ہے کہ اس سلسلے میں ایسے قوانین کو اولیت دی جانی چاہیئے جن کا اثر معاشرے کے تمام افراد خصوصاً مسلمانوں پر براہ راست پڑتا ہے۔

یہاں اس امر کا ذکر کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارش پر پچیس ہزار روپے تک کے دیوانی مقدمات پر کورٹ فیس لینے کا طریقہ منسوخ کر دیا گیا ہے۔

بعض اور اقدامات

حکومت پاکستان نے اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارش پر نفاذ شریعت اسلامیہ کے سلسلے میں بعض اور بھی ایسے اقدامات کئے ہیں جن سے معاشرے کی اصلاح میں دور رس نتائج رونما ہوں گے بطور مثال:۔

۱۔ حکومت نے اسلام کی جانب سے اپنے اوپر عائد شدہ ذمہ داری کو پورا کرتے ہوئے ہدایات جاری کیں کہ پورے ملک میں نمازیں باقاعدگی اور پابندی سے ادا کی جائیں سرکاری اور نیم سرکاری دفاتر اور تعلیمی اداروں کے اوقات کار میں نماز ظہر کی باجماعت ادائیگی نیز سرکاری تقریبات کے مواقع پر نماز پڑھنے کے لئے مناسب انتظامات کئے جائیں۔ اس کے علاوہ ملک کے تمام ہوائی اڈوں، ریلوے اسٹیشنوں اور بس و ویگن سٹینڈز پر نمازوں کی ادائیگی کا اہتمام کیا جائے۔

۲۔ حکومت نے احترام رمضان المبارک کے لئے ایک آرڈیننس جاری کیا جس کے مطابق یہ ضروری قرار دیا گیا کہ اس مبارک مہینے کا پورا تقدس برقرار رکھا جائے اور ہر اقدام سے پرہیز کیا جائے جس سے رمضان المبارک کا تقدس پامال ہوتا ہو۔

۳۔ حکومت نے ملک کے آئین میں ترمیم کر کے مسلم اور غیر مسلم کی تعریف کا اضافہ کیا جس سے متعلق نئی دفعہ کا ترجمہ درج ذیل ہے:۔

(الف) "مسلم" سے مراد ایسا شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اللہ کے سب سے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے آخری اور قطعی ہونے پر کسی شرط و استثناء کے بغیر

مطلق طور پر یقین رکھتا ہو، اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کے متعلق جس نے کسی معنی میں یا کسی صورت میں اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہو یا دعویٰ کرتا ہو نبی یا مذہبی مصلح ہونے کا عقیدہ نہ رکھتا ہو اور نہ اسے نبی یا مذہبی مصلح تسلیم کرتا ہو۔

(ب) "غیر مسلم" سے مراد ایسا شخص ہے جو مسلمان نہ ہو اس کی تعریف میں ہر ایسا شخص شامل ہے جو عیسائی، ہندو، سکھ، بدھ یا پارسی فرقے سے تعلق رکھتا ہو یا جو قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو اپنے آپ کو احمدی یا کسی اور نام سے پکارتے ہیں) سے تعلق رکھتا ہو یا جو بہائی ہو، یا جو کسی شیڈولڈ کاسٹس سے تعلق رکھتا ہے۔

۴۔ حکومت نے مجموعہ تعزیرات پاکستان اور مجموعہ ضابطہ فوجداری میں ترمیم کر کے ہر ایسی بات کو جس سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت، صحابہ کرام یا اسلامی شعائر کی اہانت کا پہلو نکلتا ہو، جرم قابل دست اندازی پولیس قرار دیا جس پر قید، جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جا سکتی ہیں۔

۵۔ حکومت نے ملک میں دو خواتین یونیورسٹیوں کے قیام کی منظوری دی اس سلسلے میں سفارشات کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ضروری اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ حکومت کے اس اقدام سے مخلوط نظام تعلیم کی حوصلہ شکنی ہوگی۔

۶۔ حکومت نے تمام مسلمان طلباء کے لئے بی۔ اے کی سطح تک اسلامی تعلیم کو لازمی مضمون کا درجہ دینے کے علاوہ اسے مرکزی حکومت کی اعلیٰ ملازمتوں کے لئے مقابلے کے امتحان میں بھی لازمی مضمون کی حیثیت سے شامل کیا۔ اس کے علاوہ اسلامی تعلیم کو ایک لازمی مضمون کی حیثیت سے پولیس کے تمام تربیتی اداروں میں بھی شامل کر دیا گیا ہے۔ پیشہ وارانہ اور فنی تعلیم کے اداروں میں داخلے کے لئے بھی اسلامی تعلیم کو لازمی قرار دے دیا گیا ہے۔

۷۔ دینی ادارے جو (درس نظامی کے مطابق) طلباء کو اسلامی فقہ کی تعلیم دیتے ہیں ان کی جانب سے دی گئی سندوں کو تدریسی اور تحقیقی مقاصد کے لئے یونیورسٹیوں کی جاری کردہ ایم اے علوم اسلامیہ اور ایم اے عربی کی ڈگری کے برابر درجہ دیا گیا ہے۔ نیز درس نظامی کے فارغ التحصیل طلباء کو اسلامیہ یونیورسٹی اسلام آباد کی ایل۔ ایل۔ ایم کلاسوں میں داخلے کا مستحق قرار دیا

گیا ہے۔

۸۔ مجسٹریٹوں اور عدلیہ کے ارکان کو اسلامی اصول فقہ اور اسلام کے نظام عدل گستری کی تربیت دینے کے لئے ضروری انتظامات کئے گئے ہیں۔ ان کے تربیتی کورس ۱۷۔ اکتوبر ۱۹۸۱ء سے شروع ہو چکے ہیں۔

۹۔ محکمہ احتساب کے قیام کا فیصلہ ہو چکا ہے امید ہے کہ محتسب اعلیٰ کا تقرر عنقریب عمل میں آ جائے گا۔

۱۰۔ حکومت کی جاری کردہ تعمیراتی سکیموں میں مکانات بنانے کے لئے پلاٹ کی وسعت محدود کر کے زیادہ سے زیادہ چھ سو مربع گز مقرر کر دی گئی۔ جب کہ غیر سرکاری تعمیراتی پروگراموں میں اپنے نجی مکانات کی زیادہ سے زیادہ حد ایک ہزار مربع گز مقرر کی گئی ہے اس پابندی کا مقصد یہ ہے کہ محلات نما مکانات بنانے کے رجحان کی حوصلہ شکنی کی جائے۔

۱۱۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے یہ سفارش بھی کی کہ سرکاری تقریبات میں قومی لباس اپنایا جائے جس کا پہلے سے حکومت تعین کر چکی ہے کونسل نے یہ محسوس کیا کہ سرکاری تقریبات میں شرکائے مجلس اب بھی لونج سوٹ (LOUNG SUIT) پہنتے ہیں مناسب ہے کہ یہ اختیار نہ دیا جائے۔

کونسل نے سرکاری دفاتر کے لئے قمیض، کرتا اور شلوار، پاجامہ بطور قومی لباس تجویز کیا ہے۔ البتہ موسمی اور علاقائی حالات کے پیش نظر صدری، شیروانی، سویٹر اور ٹوپی، پگڑی کا اضافہ کیا گیا۔ نیز سرکاری دفاتر میں ملازم خواتین ایسا لباس زیب تن کریں جو حجاب کے تمام تقاضوں کو پورا کرے۔

حکومت نے اس سفارش کو منظور کیا اور صدر مملکت نے اعلان کیا کہ یکم دسمبر ۱۹۸۱ء سے تمام سرکاری ملازمین قومی لباس پہنیں گے۔

اعلیٰ عدالتوں کا لباس اور خطاب کا طریقہ

صدر مملکت نے اپنے صدارتی حکم نمبر ۱۵ (۱۹۸۰ء) کے ذریعے یہ احکام جاری فرمائے، کہ پندرھویں صدی کی پہلی تاریخ سے اعلیٰ عدالتوں کا لباس اور خطاب کا طریقہ تبدیل کر دیا گیا ہے۔

جناب صدر محترم کے اس حکم کی رو سے اعلیٰ عدالتوں کے جج صاحبان کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ عدالتوں میں مقدمات کی سماعت کرتے وقت نیز سرکاری یا رسمی تقاریب میں شرکت کے موقع پر قومی لباس یعنی کالی شیروانی پیٹیوں کے بغیر استعمال کریں گے۔ اور اگر کوئی جج ہیڈگیئر (HEAD GEAR) استعمال کرتا ہو تو وہ کالے رنگ کی قائد (جناح) کیپ ہونی چاہیئے۔

ججوں کو مائی لارڈ یا یور لارڈ شپ اور اس طرح کے دیگر الفاظ سے خطاب کرنا بھی مذکورہ بالا صدارتی حکم کے ذریعے منسوخ قرار دیا گیا ہے۔ ان الفاظ کے بجائے آئندہ ججوں کو سر، یا جناب والا یا جناب عالی کے الفاظ سے خطاب کیا جائے گا۔ فیصلوں اور خط و کتابت میں ان کے لئے مسٹر جسٹس فلاں یا اسی طرح کے کوئی اور الفاظ استعمال کئے جائیں گے۔

پاکستان میں اس قانون کے نفاذ کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے نو آبادیاتی طرز کے عدالتی لباس اور طریق خطاب کو خیر باد کہہ کر عدلیہ کے دائرہ میں اسلامی روایات کے احیاء کا عمل شروع کر دیا ہے۔

زیرِ غور اقدامات

اسلامی نظریاتی کونسل نے قصاص اور دیت کے اسلامی قانون کا ایک نہایت جامع اور مفصل مسودہ قانون تیار کیا ہے، جو اس وقت حکومت کے زیرِ غور ہے۔ اس طرح کونسل نے حق شفعہ کے قانون کا مسودہ بنا کر حکومت کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔ جو اس کے زیرِ غور ہے امید ہے کہ یہ دونوں قوانین مستقبل قریب میں نافذ کر دئے جائیں گے آجکل کونسل اسلامی قانونِ شہادت کی تدوین پر کام کر رہی ہے۔

اختتامیہ

مندرجہ بالا تفصیلات سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل نے ملک میں نفاذ شریعت اسلامیہ کے لئے اب تک جو اقدامات کئے ہیں، اور اس ضمن میں جو تجاویز اس کے زیرِ غور ہیں ان کے دور رس نتائج برآمد ہوں گے۔